طلاق اور خلع سے متعلق اہم فقہی مباحث: وہبہ زحیلی کی "التفسیر المنیر" کا خصوصی مطالعہ

(Important Jurisprudential Deliberations on Divorce and *Khul'*: A Study of *Wahba Zuhīlī's "Al-Tafsīr al-Munīr"*)

*Abdul Jaleel
**Dr. Muhammad Shahbaz Manj

Abstract

This paper studies renowned jurist and exegete Wahba *Zuhīlī's* commentary of the Qur'an named *"Al-Tafsīr al-Munīr"* on important jurisprudential deliberations related to divorce and *Khul'*. The study reveals that before divorce and *Khul'*, couples should try to reconcile with each other. If the problem escalates, the couple's parents and community should play a role in reconciling. The husband has the power to grant a divorce. The divorce can be granted only in a state of purity. *Ibn Taymiyyah* counts three divorces together. *Zuhīlī's* inclination is in the same direction. Jurists agree on the legal *Sharī'ah* status of *Khul'*. If a woman delightedly gives money for *Khul'*, then it is permissible for the husband to accept it. According to the *Hanafīs, Shāfī'is and Malikīs*, *Khul'* is a *"Ṭallāq-e-Bā'ina"*, not annulment of marriage. However to the *Ḥanbalīs*, there is detail in it. The consent of the spouses is required in *Khul'*.

Keywords: Ṭallāq, *Khul', Wahba Zuhīlī's, Al-Tafsīr al-Munīr*

* Ph. D. Scholar, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Sargodha
** Assistant Professor, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Sargodha

اسلام نے ازدواجی زندگی کو حتی المقدور برقرار رکھنے کی تاکید فرمائی ہےاور اس کے لیے زوجین کو اہم ہدایات و نصائح کی ہیں۔ لیکن اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے ناخوش ہوں اور باہم مل کر رہنے کی کوئی صورت باقی نہ ہو بلکہ حدود اللہ کو قائم رکھنا مشکل اور ناممکن نظر آرہا ہو تو شریعت اسلامیہ نے مرد کو طلاق دینے اور اس کے بالمقابل عورت کو مطالبہ طلاق (خلع) لینے کا حق دیا ہے۔ مرد و عورت کو طلاق اور خلع کا اختیار دینا یہ اسلام کی عظمت ہے کہ بشری کمزوریوں کی وجہ سے بسا اوقات زوجین کے لیے حدود شرع میں رہتے ہوے ازدواجی زندگی کو برقرار رکھنا مشکل یا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں اگر اس بندھن سے نجات اور خلاصی کی کوئی صورت نہ ہوتی تو زوجین کیلئے زندگی عذاب بن جاتی اسی لیے شریعت اسلامیہ نے انتہائی ناپسندیدہ اور مبغوض قرار دیئے جانے کے باوجود طلاق اور خلع کو جائز قرار دیکر ازدواجی رشتے کو خوش گوار انداز میں ختم کرنے کا ایک راستہ دیا ہے۔

عورت جب شوہر کے حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری اتار کر پھینک دیتی ہے اور قاضی یا عدالت کے ذریعے سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اور علیحدگی کا دعوی کرتی ہے تو اسے خلع کہتے ہیں۔ گویا شریعت نے ضرورت کے وقت مرد کو عورت سے جان چھڑانے کے لیے طلاق کا حق دیا ہے تو اس کے بالمقابل عورت کو مرد سے جان چھڑانے کے لیے خلع کا حق تفویض کیا ہے۔

آج کل معاشرہ میں طلاق اور خلع کی شرح میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور کئی طرح کے معاشرتی اور سماجی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اس کی وجوہ میں سے ایک طلاق اور خلع کے شرعی طریقہ کار اور ان سے متعلق فقہی مسائل سے عدم واقفیت ہے۔ اس حوالے سے جہاں کتب فقہ میں رہنمائی ملتی ہے وہاں کتب تفسیر میں بھی قیمتی مواد موجود ہے۔ جدید عربی تفاسیر میں اس حوالے سے وہبہ زحیلی کی تفسیر "التفسیر المنیر" ایک منفرد تفسیر ہے۔ اس کے مصنف ایک معروف فقیہ بھی ہیں، انھوں نے زیر نظر مباحث سے متعلق زمانے کے احوال وظروف کو سامنے رکھتے ہوئے قابلِ قدر بحثیں کی ہیں۔ اس تناظر میں زیرِ نظر مضمون میں طلاق اور خلع کے مسائل کا مطالعہ "التفسیر المنیر" کے تناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

تحکیم

اگر میاں بیوی کے معاملات میں کوئی خرابی آجائے تو شریعت نے شوہر کو حکم دیا ہے کہ وہ پہلے زبان سے نصیحت کرے، پیار سے سمجھائے۔ اگر نہ مانے تو اعراض کرے اور بستر الگ کرلے اور صحبت چھوڑ دے۔ اگر پھر بھی نہ

مانے تو ہلکی مار مارے کندھے پر ہاتھ سے تین مرتبہ یا مسواک سے یا ہلکی لکڑی سے، مقصود صرف اصلاح ہو۔ اگر پھر بھی بات نہ بنے تو تحکیم کا حکم دیا ہے۔ اب معاملہ ان کی حدود سے باہر ہو گیا ہے، اس لیے دونوں طرف کے خاندان ان کی معاونت کریں۔ اس ضمن میں وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

خاطب الله الحكام والزوجين وأقاربهما في هذه المرحلة، فقال: إن علمتم بوجود الخلاف أو النزاع والعداوة بين الزوجين فابعثوا حكمين: أحدهما من أهله، والآخر من أهلها، للسعي في إصلاح ذات بينهما بعد استطلاع حقيقة الحال بين الزوجين، ومعرفة سبب الخلاف، ومتى صدقت الإرادة وأخلص الحكمان النّيّة والنّصح لوجه الله، فالله يوفقهما بمهمتهما ويهدي إلى الخير، ويحقق الوفاق والتفاهم والعودة إلى التوادد والتراحم والألفة بين الزوجين"[1]

اللہ تعالیٰ نے حکام، زوجین اور ان کے رشتہ داروں کو خطاب کیا ہے اس موقعہ پر کہ اگر تم زوجین میں اختلاف اور عداوت دیکھو تو دونوں طرف سے ایک ایک حکم مقرر کرو ایک مرد کی طرف سے ایک عورت کی طرف سے وہ دونوں ان کے درمیان صلح کی کوشش کریں اور اختلاف کا سبب معلوم کریں اگر ان دونوں کی نیت صحیح ہو گی اور خیر خواہی چاہیں گے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دیگا اور ان کے بھلائی کی طرف رہنمائی فرمائے گا ان میں محبت الفت پیدا کر دیگا۔

(ان یریدا اصلاحا) حکمان (ایک شوہر کے خاندان میں سے اور دوسرا بیوی کے خاندان میں سے) ویوفق اللہ بینهما (زوجین) میاں بیوی، فابعثوا: اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ حکمین کا تقرر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے۔

حکمین کا تقرر کی شرعی حیثیت

اس ضمن میں زحیلی کا کہنا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک یہ امر وجوب کے لیے ہے کیونکہ یہ رفع ظلمات کے باب سے ہے اور وہ فروض عامہ اور قاضی کے لیے تاکید ہے اور وہ امر ظاہر ہے حکمین رشتہ داروں میں سے ہوں یہ استحباب پر منحصر ہے اگر قریبی رشتہ دار نہ ہوں غیر رشتہ دار ہوں تو بھی درست ہے۔ زحیلی کے الفاظ ہیں:

"قال الشافعي: الأمر للوجوب لأنه من باب رفع الظلامات، وهو من الفروض العامة والمتأكدة على القاضي، وهو ظاهر الأمر أما كون الحكمين من أقارب الزوجين فهو على وجه الاستحباب، ويجوز كونهما من الأجانب"[2]

لیکن مناسب یہی ہے کہ وہ دونوں ان کے خاندانوں میں سے ہو تاکہ میاں بیوی کی راز کی باتیں اور خفیہ گھریلو جھگڑوں کا دوسروں کو پتہ نہ چلے اور رشتہ دار ان کی اصلاح کے متمنی بھی زیادہ ہونگے اور تشہیر بھی نہ ہو گی۔

حکمین کی ذمہ داریوں کی حیثیت

حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہؓ ابن عباسؓ، امام مالک ؒ اور امام شعبی ؒ کے نزدیک زوجین میں جدائی ڈالنا یا اکھٹے رکھنا ان کی ذمہ داری ہے۔ زوجین کی اجازت کے بغیر بھی کر سکتے ہیں۔ طلاق یا خلع لیکن ایک طلاق بائنہ سے زیادہ کا اختیار نہیں رکھتے:

"فهي في رأي الإمام مالك والشعبي وهو رأي علي وابن عباس الجمع والتفريق بين الزوجين، وإلزامهما بذلك بدون إذنهما، يفعلان ما فيه المصلحة من تطليق أو افتداء المرأة بشيء من مالها. ولا يملكان أكثر من طلقة واحدة بائنة"[3]

ابن العربی ؒ فرماتے ہیں فی قولہ تعالیٰ (حكماً من اهله و حكمامن اهلها) یہ نص ہے کہ یہ دونوں قاضی ہیں وکیل نہیں شافعیہ وحنابلہ کی رائے ہے کہ وہ زوجین کی رضامندی کے ساتھ تفریق کر سکتے ہیں (جدائی) یہ ان کے نزدیک زوجین کے لیے وکیل ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ یہ دونوں اپنی رائے قاضی کے پاس لے جائیں گے قاضی طلاق بائنہ دیگا ان دونوں کی تقریر پر لہذا یہ خود تفریق نہیں کر سکتے۔ احناف کی رائے بھی شافعیہ اور حنابلہ کی طرح ہے۔[4]

حکمین کے فرائض

اختلاف کی صورت میں زوجین کے درمیان ہر طرح سے اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ شوہر کو تادیب کا حق حاصل ہے۔ وعظ و نصیحت سے، بستر سے علیحدہ کر کے، یا مار سے، تادیب مقصود ہو ایذا تکلیف مقصود نہ ہو۔ حکم مقرر کرنے سے حکم بھی تفریق کی بجائے اتحاد کی کوشش کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح کا لفظ استعمال کیا ہے تفریق کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزاً اَوْ اعْرَاضاً فَلاَ جُنَاْحَ عَلَيْهِمَا اَن يُصلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحاً وَالصُّلْحُ خَيْرٌ[5]

اگر عورت کو خاوند کی طرف سے نافرمانی یا اعراض کرنے کا خوف اور ڈر ہو تو ان پر آپس میں صلح کرنے میں کوئی حرج نہیں صلح کر لینا بہتر ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا:

وَ ان يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّهُ كُلاًّ مِّن سَعَتِهِ وَكَانَ اللّهُ وَاسِعاً حَكِيْما[6]

اگر دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ایک دوسرے سے مستغنی کر دیگا یعنی وسعت دے گا۔

زوجین کے درمیان اختلاف کے علاج کی تین صورتیں

جب عورت کو خاوند کی طرف سے نفرت اور اعراض کی شکایت ہو تو ان کا حل یہ ہے کہ عورت اپنے حقوق مرد کو چھوڑ دے مثلاًنان و نفقہ، لباس، رات کی باری جب عورت اپنے حقوق کو چھوڑ دے گی تو ممکن ہے کہ مرد اس پر راضی ہو جائے اور طلاق نہ دے۔[7] دوسری صورت خلع کی ہے کہ عورت مرد سے خلع کرلے کچھ دے کر جان چھڑا لے۔ اور تیسری صورت طلاق کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا(وان يتفرقا يغنى الله كلامن سعته) والصلح خير" صلح میں خیر ہے۔" یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صلح کی تمام صورتیں مباح ہیں ان میں سے ایک دوسرے کو مال دیدے یا عورت رات کی باری کو چھوڑ دے ہمیشہ کے لئے یا کچھ وقت کے لئے صلح حقیقی یہ ہے کہ نفس مطمئن ہو جائے اختلاف ختم ہو جائے یہی مطلق خیر ہے۔ زوجین آپس میں رضامندی کے ساتھ جوڑے کرلیں بہتر ہے۔[8]

طلاق کی تعریف

وہ عصمت جو زوجین کے درمیان مخصوص الفاظ کے ساتھ منعقد تھی اس کو ختم کرنا طلاق کہلاتا ہے، مباح چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ترین چیز طلاق ہے۔

تعداد طلاق اور سنت طریقہ

الطلاق مر تان فا مساک بمعروف او تسریح با حسان" [9] " طلاق صرف دو مرتبہ ہے روکنا اچھے انداز سے یا جدا کرنا بھلے انداز سے ہو۔ "یہ آیت طلاق کے عدد کو بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی جس میں مرد کے لیے رجوع کرنا جائز ہے اور عرب کے جا ہلیت والے طریقہ کو رد کرنے کے لیے کہ جس میں طلاق کی حد بھی نہیں تھی۔ طلاق دی جب عدت ختم ہونے کے قریب آتی پھر رجوع کر لیا جاتا۔وہ عورت کو معلق رکھتے تھے نہ اسے اچھا گزران دیتے تھے اور نہ اسے مکمل طلاق دیتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں حد بیان کر دی گئی کہ وہ عدد جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے، وہ صرف دو ہے۔ اس کے بعد رجوع نہیں ہوگا۔[10]

طلاق دینامباح ہے

قرآن کی رو سے طلاق مباح ہے اور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا قول بھی ہے ابن عمر کے لیے:أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ- أَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَ۔ [11]"نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لیں یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اگر چاہے تو روک کر رکھ اور اگر چاہے تو طلاق دے دے۔"اور خود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے ثابت ہے:أن رسول الله صلى الله عليه و سلم طلق حفصة ثم راجعها ۔"[12] بیشک رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا۔"

طلاقِ سنت

علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ آدمی جس نے اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دی جس میں جماع نہیں کیا تو وہ طلاق سنت ہے اور اس کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنا جائز ہے، جب کہ وہ مدخول بھا ہو اور جب عدت گزر جائے گی تو نیا خطبہ ہو گا:"وقال ابن مسعود وابن عباس ومجاهد وغيرهم: المراد بالآية التعريف بسنة الطلاق، وكيف يطلقون أي مفرقا، فمن طلق اثنتين، فليتق الله في الثالثة۔"[13] اورابن مسعودؓ ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے مراد سنت طلاق کی تعریف کرنا ہے یعنی اسکی پہچان بتانا ہے اور کیسے طلاق دیں جدا جدا کر کے جس نے دو طلاقیں دے دیں وہ تیسری کے بارے میں اللہ سے ڈرے۔" امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ آیت دو معنوں کو متضمن ہے:طلاق کے عدد کی تحدید اور طلاق کی تفریق۔ اور دلیل وہ روایت ہے جس کو ابن جریر طبریؒ نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے "الطلاق مرتان" وہ طلاق دے پاکی کے بعد جماع سے پہلے۔ پھر اس کو چھوڑ دے حتی کہ دوسری مرتبہ پاک ہو جائے۔ پھر طلاق دے اگر چاہے۔ پھر اگر رجوع کا ارادہ کرے تو رجوع کر لے۔ پھر اگر چاہے تو طلاق دے دے، وگرنہ چھوڑدے حتی کہ تین حیض مکمل ہو جائیں۔[14] اور اسی سے بیان ہوا کہ اللہ نے سنت طلاق کو بیان کیا اس آیت میں اور بیان کیا کہ اس کی سنت طلاق کو متفرق دینا ہے۔ اس لیے کہ اگر اکٹھی ہوں تو مرتین نہیں ہو نگی بلکہ مجتمعتین ہو جائیں گی۔

طلاق ثلاثہ اکٹھی تین طلاق دینا

اگر مطلق (طلاق دینے والا) سنت طریقے سے اختلاف کرے اور اکٹھی تین طلاق دے دے ایک لفظ میں تو اس میں علما کا اختلاف ہے:

قال الجمهور منهم أئمة المذاهب الأربعة: يقع به ثلاث طلقات، مع الكراهة عند الحنفية والمالكية، لأن طلاق السنة: هو أن يطلقها واحدة، ثم يتركها، حتى تنقضي عدتها وقال الشيعة الإمامية: لا يقع به شيء.وقال الزيدية وابن تيمية وابن القيم: يقع به واحدة۔[15]

جمہور اور آئمہ مذاہب اربعہ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں اس طرح واقع ہو جائیں گی لیکن اس طرح طلاق دینا مکروہ ہے۔مالکیہ اور احناف کے نزدیک سنت طلاق یہ ہے کہ آدمی ایک طلاق دے کر عورت کو اس کے حال پر چھوڑدے کوئی دوسری یا تیسری طلاق نہ دے ۔عورت اپنی عدت پوری کرلے ۔ الشیعۃ الا مامیہ کے نزدیک کچھ بھی واقع نہیں ہو گا۔ فرقہ زیدیہ، ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کہتے ہیں ایک واقع ہو گی۔

منشا اختلاف

آیت "الطلاق مرتان" کے فہم کا اختلاف ہے کہ یہ متعلق ما قبل ہے یا مستقل ہے اور حدیث ابن عباسؓ کی تاویل کی کیفیت میں اختلاف ہے شیعہ امامیہ اور ان کے موافق لوگ کہتے ہیں کہ "الطلاق میں الف لام" عہد کا ہے یعنی "الطلاق المشروع مرتان "جو اس کے علاوہ ہے،وہ مشروع نہیں۔یعنی یہ بات مشروع ہی نہیں کہ ساری طلاقیں دفعۃً واحدۃً دی جائیں۔[16] امام مالکؒ کہتے ہیں وہ طلاق جس میں رجوع ہے،وہ دو مرتبہ ہے۔ آیت ما قبل کے ساتھ متعلق ہے اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے جائز طلاق دو مرتبہ ہے۔حدیث ابن عباسؓ جس کو امام احمدؒ اور مسلم نے طریق طاؤس نقل کیا ہے کہ:

كان الطلاق على عهد رسول اللهﷺ وابى بكروسنتيں من خلا فة عمر طلاق الثلاث واحده فقال عمر ان الناس قد استعجلو فى امر كانت لهم فيه اناة فلو مضينا ه عليهم فا مضا ه عليهم"[17]

رسول کریم ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگ اس معاملہ (طلاق) میں جلدی کر رہے ہیں۔ اس میں ان کے لیے سزا ہونی چاہیے۔اگر تم نے ان پر قدغن لگادی تو وہ بھی اپنے اوپر قدغن لگالیں گے۔

ائمہ اربعہ نے اس کی تاویل یوں کی کہ ایک آدمی کہے "انت طالق۔ انت طالق، انت طالق" تو ایک واقع ہو گی۔جب ارادہ کرے صرف تاکید کا یعنی نیت صرف ایک کی ہو، باقی سے مقصود صرف تاکید ہو اور تین واقع ہوں گی،

جب ارادہ کریگا کہ تکرار کے ساتھ واقع ہوں، پہلے دور کے لوگ تاکید کے ارادہ میں سچ بولتے تھے، پھر حالات تبدیل ہو گئے اور غلبہ آ گیا کہ مقصود بھی تین ہی ہیں اس پر دلیل حضرت عمرؓ کا قول ہے، جو اوپر مذکور ہوا۔ اس لیے قضاء اب تین ہی واقع ہوں گی۔[18] اور شیعہ امامیہ کہتے ہیں کہ ہم سنت نبوی ﷺ کی طرف لوٹیں گے اور حضرت عمرؓ کے اجتہاد کو چھوڑ دیں گے کیونکہ اس میں شرعی رخصت کا ابطال ہے۔[19]

شیخ زحیلیؒ کے نزدیک کوئی جمہور کی رائے کو لے ٹھیک ہے، لیکن ابن تیمیہ کی رائے کے لینے میں کوئی مانع نہیں پاتا۔ اس لیے کہ طلاق سے خاندان کا انہدام ہے اولاد کا ضیاع ہے۔ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض ہے۔ اور شریعت نے ضرر کو دفع کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ اس رائے پر عمل کیا جائے۔[20]

خلع کے مسائل

خلع کا جواز اور مہر کی واپسی

خلع کی صورت میں حق مہر عورت سے واپس لینا جائز ہے یا نہیں، خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح، کیا مرد کو خلع پر مجبور کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ "فان خفتم ان لایقیما حدود الله۔[21]" اگر تم کو خوف ہو کہ وہ دونوں (زوجین) اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے۔" سے ثابت ہوا کہ خلع جائز ہے۔ اکثر ائمہ کے نزدیک خلع خوف اور غیر خوف دونوں صورتوں میں جائز ہے:

نہی الله تعالی الأزواج أن يأخذوا شيئا من أزواجهم على وجه المضارّة، إذا طلقوهن وكان مما آتوهن، وخص بالذكر ما آتى الأزواج نساءهن، لأن العرف بين الناس: أن يطلب الرجل عند وقوع النزاع ما قدم۔[22]

اللہ تعالی نے مردوں کو منع کیا ہے کہ وہ عورتوں کو دیا ہوا حق مہر یا دیا ہوا مال واپس لیں تکلیف دینے کے طور پر جبکہ ان کو طلاق دیے دیں اور یہاں مرد کو خاص اس لئے فرمایا کیونکہ عرف میں جھگڑے کے وقت خاوند ہی مطالبہ کرتا ہے۔

جھگڑا نافرمانی اور زیادتی عورت کی طرف سے ہے تو **عند الجمهور** خاوند کیلئے عورت سے مال لینا جائز ہے۔ اور جمہور کے نزدیک خاوند کیلئے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینا بھی جائز ہے لیکن **حنفیہ کے نزدیک** مکروہ ہے اور ان کے علاوہ کے نزدیک بھی یہ بات مستحب نہیں ہے کہ زیادہ لے دیئے ہوئے سے ثابتؓ بن قیس کی عورت کے قصہ کی وجہ سے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیسؓ کی بیوی آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میں ثابتؓ میں کوئی عیب دین

اور اخلاق کا نہیں نکالتی لیکن میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس کا باغ کو اس پر لوٹاتی ہے اسنے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے (حضرت ثابتؓ سے) فرمایا باغ قبول کر لو اور اسے ایک طلاق دے دو:

عن ابن عباس قال جاءت امرأة ثابت بن قيس بن شماس إلى رسول الله {صلى الله عليه وسلم} فقالت يا رسول الله إني ما أعتب عليه في خلقٍ ولا دينٍ ولكن أكره الكفر في الإسلام فقال رسول الله {ﷺ} أتردين عليه حديقته قالت نعم فقال رسول الله {ﷺ} اقبل الحديقة وطلقها تطليقة۔[23]

امام شعبیؒ، امام زھریؒ اور امام حسن بصریؒ; کے نزدیک دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینا جائز نہیں کیونکہ آیت "فلا جنا ح عليهما فيما فتد ت به[24]" میں مراد وہ مال ہے جو دیا ہے اور جمہور نے اس آیت کو مطلق لیا ہے ان کے نزدیک دیے ہوے سے زیادہ لینا جائز ہے۔

خلع کس مال پر جائز ہے؟

امام شافعیؒ کے نزدیک خلع جائز ہے اور اس کیلئے مہر مثلی ہے جبکہ جمہور کے نزدیک خلع جائز ہے امر محتمل پر یا ایسی معدوم چیز پر جس کے وجود کا انتظار ہے۔ جیسے پھل جسکی صلاحیت ظاہر نہیں ہوئی اور بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے یا اس کے علاوہ کسی امر محتمل پر[25]۔" امام مالکؒ کی ایک روایت کہ خلع بغیر عوض کے طلاق بائنہ ہے جبکہ دوسری روایت اور احناف، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک خلع بغیر عوض کے نہیں اس میں مہر کی واپسی ہر حال میں ہوگی بلکہ حنابلہ کے ہاں عوض خلع کا رکن ہے، احناف اور شوافع کے نزدیک اگر خلع بغیر عوض کے ہوا تو خلع درست لیکن عوض لازم ہو جائے گا:

"وإذا وقع الخلع على غير عوض، كان طلاقا بائنا في رواية عن مالك. ووقع خلعا بعوض في الرواية الأخرى عنه، وفي رأي الحنفية والشافعية والحنابلة، لأن البدل في ذاته كالمهر لازم في الخلع على كل حال، بل إنه عند الحنابلة ركن، فإن خالعها بغير عوض، صح الخلع ولزم العوض عند الحنفية والشافعية۔[26]

حکم خلع طلاق یا فسخ نکاح؟

احناف، شوافع، مالکیہ کے نزدیک خلع طلاق ہے فسخ نکاح نہیں,چار وجوہ سے خلع فسخ نکاح نہیں بلکہ طلاق بائنہ ہے۔ **پہلی وجہ**۔ فدیہ عورت نے اس لئے دیا ہے کہ وہ مرد کے غلبہ سے نکل جائے اور اگر بائنہ نہ ہو تو مرد پھر رجوع کا مالک ہو گا اور عورت اس کی حکومت اور اس کے قبضہ میں ہو گی اس سے عورت کو کوئی فائدہ نہیں صرف مالی نقصان ہے۔ **دوسری وجہ**۔ یہ ہے کہ خلع کا مقصد عورت سے ضرر کو دور کرنا ہے اگر رجوع جائز ہو تو ضرر لوٹ آئے گا۔

تیسری وجہ۔ یہ ہے کہ اگر یہ فسخ ہو تو پھر مہر سے زیادہ کے ساتھ جائز نہیں رہے گا۔ جیسے اقالۃ البیع حالانکہ زیادتی بھی جائز ہے تو ثابت ہو گیا کہ خلع فسخ نکاح نہیں بلکہ طلاق بائنہ ہے۔ **چوتھی وجہ۔** روایت ابن عباسؓ ثابت بن قیسؓ کی عورت کے بارہ میں کہ حضور ﷺ نے اسے فرمایا تھا کہ باغ قبول کرلے اور ایک طلاق دیدے [27]۔

حنابلہ کے نزدیک:۔ تفصیل یہ ہے کہ خلع طلاق بائن ہے اگر واقع ہو لفظ خلع کے ساتھ اور مفادات کے ساتھ اور ان دونوں کی مثل کے ساتھ یا طلاق کنائی کے ساتھ اور نیت بھی کرے طلاق کی تو طلاق بائنہ ہو گی۔ اویہ فسخ ہو گا جب طلاق کی نیت نہیں کرے گا اور اس سے عدد طلاق میں کوئی نقص نہ آئے گا[28]

ابن عباسؓ، طاءوسؒ، عکرمہؒ، اسحاقؒ اور احمدؒ اس بات کی طرف ہیں کہ خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں اسلئے کہ اللہ تعالی نے پہلے فرمایا "الطلاق مرتان [29]" پھر خلع کا ذکر کیا پھر فرمایا "فان طلقھا[30]" اگر خلع بھی طلاق ہو تو یہ اس پر دلالت کرے گا کہ مرد کو چار طلاقیں دینے کی اجازت ہے حالانکہ صرف تین طلاقیں دینے کی اجازت ہے کیونکہ طلاقیں تین ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ثابت بن قیسؓ کی بیوی کی عدت ایک حیض بنائی:

"أن امرأة ثابت بن قيس اختلعت منه ، فجعل عدتها حيضة "[31]

"ثابت بن قیسؓ کی بیوی نے ان سے خلع لے لیا پس آپ ﷺ نے انکی عدت ایک حیض مقرر فرمائی۔"

اگر خلع طلاق ہوتی تو عدت تین حیض ہوتی ایک حیض نہ ہوتی۔

کیا مرد کو خلع پر مجبور کیا جائے گا؟

جمیع فقہا یہی سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ مرد کو خلع کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا دونوں کی رضا مندی ضروری ہے اسی آیت کی وجہ سے "فلاجناح علیھما فیما فتد ت بہ"[32]

خلع کی اہلیت

وہ آدمی جس کا طلاق دینا صحیح ہے اس کا خلع دینا بھی صحیح ہے پس جمہور کے نزدیک خلع صحیح ہو گا بالغ عاقل سے سمجھدار ہو یا بے وقوف اور جس سے طلاق صحیح نہیں اس سے خلع بھی صحیح نہیں جیسے بچہ، مجنون اور جس کا عقل بیماری کی وجہ سے مختل ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے اور حنابلہ کے نزدیک جس کی عقل میں تمیز ہے اس کا خلع صحیح ہے۔ عورت خود خلع لے سکتی ہے، پاگل خلع نہیں لے سکتی کیونکہ وہ مجورہ ہے ولی کا حاکم کے ذریعے سے بچے اور مجنون کا خلع صحیح ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک باپ کا اپنے چھوٹے بیٹے کی بیوی کو خلع دینا اور طلاق دینا جائز نہیں جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک باپ کا اپنے چھوٹے بیٹے یا بیٹی کا خلع درست ہے:

"أن تخالع عن نفسها في رأي الجمهور،أما السفيهة فلا تخالع لأنها محجورة. ويصح الخلع من الحاكم ولي غير المكلف من صبي أو مجنون إذا كان في الخلع مصلحة. ولم يجز أبو حنيفة والشافعي وأحمد للأب خلع زوجة ابنه الصغير والمجنون و لاطلاقها. وقال مالك: يخالع الأب على ابنه الصغير وابنته الصغيرة[33]"

نتیجہ بحث

طلاق اور خلع سے متعلق اہم مباحث پر ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی "التفسیر المنیر" کے مطالعے سے ان کے یہ افکار سامنے آتے ہیں کہ طلاق اور خلع سے پہلے زوجین کو باہم صلح کی کوشش کرنی چاہیے۔ مسئلہ زیادہ ہو تو جوڑے کے والدین اور برادری کو صلح کرانے میں کردار ادا کرنا چاہیے۔ طلاق دینے کا اختیار شوہر کے پاس ہے، طلاق صرف طہر میں دے، ایک وقت میں اکٹھے تین طلاقیں دینے سے جمہور کے نزدیک تین ہی واقع ہوں گی۔ امام ابن تیمیہ اکٹھی تین طلاق کو ایک شمار کرتے ہیں۔ شیخ زحیلیؒ کے نزدیک کوئی جمہور کی رائے کو لے تو ٹھیک ہے، لیکن ابن تیمیہ کی رائے کے لینے میں کوئی مانع نہیں پاتا۔ اس لیے کہ طلاق سے خاندان کا انہدام ہے اولاد کا ضیاع ہے۔ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض ہے۔ اور شریعت نے ضرر کو دفع کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ اس رائے پر عمل کیا جائے۔ خلع کے جواز پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ اگر عورت خوشی سے خلع کے لیے مال دے تو شوہر کے لیے قبول کرنا جائز ہے۔ احناف، شوافع اور مالکیہ کے نزدیک خلع طلاق بائنہ ہے، فسخ نکاح نہیں۔ جب کہ حنابلہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے۔ خلع میں میاں بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔

مصادر و مراجع

[1] الزحيلي، وهبة بن مصطفى ، التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج، دمشق: دار الفكر المعاصر، الطبعة الثانية ، 1418 هـ، ج 3، ص 62

Al-Zuhīlī, Wahba ibn Muṣṭafά, Tafsīr al-Munīr fī al-Aqīdat wa al-Sharī'ah wa al-Manhaj, Damascus: Dār al-Fikr al-M'ᾱsir, 2nd Edition, 1418 AH, Vol. 3, p. 62

[2] ايضا

Ibid

[3] ايضا

Ibid

[4] التفسير المنير، ج 3، ص 63

Tafsīr al-Munīr fī al-Aqīdat wa al-Sharī'ah wa al-Manhaj, Vol. 3, p. 63

[5] النساء 4: 128 -130

Al-Qur'ān, 4:128-130

[6] ایضا

Ibid

[7] التفسیر المنیر، ج 3 ، ص 64

Tafsīr al-Munīr fī al-Aqīdat wa al-Sharī'ah wa al-Manhaj, Vol. 3, p. 64

[8] ایضا، ج 3، ص 311

Ibid, Vol. 3, p. 311

[9] البقرہ 2: 229

Al-Qur'ān, 2:229

[10] التفسیر المنیر، ج 1، ص 709

Tafsīr al-Munīr fī al-Aqīdat wa al-Sharī'ah wa al-Manhaj, Vol. 1, p. 709

[11] سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود(بیروت :دار الکتب العربی، س ن)، ج 2، ص 222

Sulaymān ibn Ash'ath, Sunan abī Dā'ūd, Beirut: Dār al-Kutub al-'Arabī, Vol. 2, p. 222

[12] محمد بن یزید القزوینی،سنن ابن ماجه(بیروت: دارالفکر ، س ن)،ج 1، ص 650

Muhammad ibn Yazīd al-Qazwīnī, Sunan ibn Mājah, Beirut: Dār al-Fikr, vol. 1, p. 650

[13] التفسیر المنیر، ج1، ص 710

Tafsīr al-Munīr fī al-Aqīdat wa al-Sharī'ah wa al-Manhaj, Vol. 1, p. 710

[14] ایضا، ج 1، ص 711

Ibid

[15] ایضا

Ibid

[16] ایضا

Ibid

[17] احمد بن حنبل الشیبانی،مسند احمد (بیروت: موسسة الرسالة ، 1420ھ)، ج5، ص 61

Ahmad ibn Ḥanbal al-Shaybānī, Musnad Aḥmad, Beirut: al-Risalah Foundation, 1420 AH), vol. 5, p. 61

[18] التفسیر المنیر، ج 1، ص 711

Tafsīr al-Munīr fī al-Aqīdat wa al-Sharī'ah wa al-Manhaj, Vol. 1, p. 711

[19] ایضا، ج 1، ص 712

Ibid, Vol. 1, p. 712

[20]ایضا، ج 1، ص 712

Ibid, Vol. 1, p. 712

[21]البقرة 2: 229

Al-Qur'ān, 2:229

[22] التفسیر المنیر، ج 1، ص 713

Tafsīr al-Munīr fī al-Aqīdat wa al-Sharī'ah wa al-Manhaj, Vol. 1, p. 713

[23]محمد بن فتوح الحمیدی، الجمع بین الصحیحین البخاری و مسلم (بیروت: دار ابن حزم، 2002ء)، ج 2، ص 84

Muhammad ibn Fatūḥ al-Hamīdī, al-Jam' bayn al-Saḥīḥayn al-Bukhārī wa al-Muslim, (Beirut: Dār ibn Ḥazm, 2002 AD), Vol. 2, p. 84

[24]البقرة 2: 229

Al-Qur'ān, 2:229

[25] التفسیر المنیر، ج1، ص 713

Tafsīr al-Munīr fī al-Aqīdat wa al-Sharī'ah wa al-Manhaj. Vol. 1, p. 713

[26]ایضا، ج 1، ص 713

Ibid, Vol. 1, p. 713

[27]ایضا، ج 1، ص 714

Ibid, Vol. 1, p. 714

[28]ایضا

Ibid

[29]البقرہ2 :229

Al-Qur'ān, 2:229

[30]البقرہ : 2: 230

Al-Qur'ān, 2:230

[31]ضیاء الرحمن الاعظمی ،المنة الکبری (الریاض :مکتبہ الرشد، 1422ھ)، ج 6، ص 493

Ḍiyā al-Rahmān al-A'ẓamī, al-Mannat al-Kubrá (Riyadh: maktabah al-Rushd, 1422 A.H.), Vol. 6, p. 493

[32]البقرہ 2: 229

Al-Qur'ān, 2:229

[33] التفسیر المنیر، ج 1، ص 714

Tafsīr al-Munīr fī al-Aqīdat wa al-Sharī'ah wa al-Manhaj, vol. 1, p. 714